اب عمل اور صرف عمل کرنے کا وقت ہے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اب عمل اور صرف عمل کرنے کا وقت ہے

(فرمودہ ۲۹ ر ستمبر ۱۹۴۶ء بمقام دہلی خدام سے خطاب)

تشہّد ،تعوذ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے بولنا اور تقریر کرنا اپنے دل کی صفائی اور دوسروں کے دلوں کی صفائی کیلئے بنایا ہے لیکن اس چیز کو دنیا نے آہستہ آہستہ تماشہ اور کھیل کا ذریعہ بنالیا ہے۔ جتنی جتنی نیکی ترقی کر رہی ہے اتنا ہی شیطان اسے بدلنے کی کوشش کر رہا ہے دوسروں کو نصیحت کرنا ایک بڑی نیکی ہے۔

نصیحت کے معنی اخلاص اور خیر خواہی کے ہیں جب کوئی کہتا ہے کہ مجھے نصیحت کرو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری خیر خواہی کرو اور میرے لئے اچھا راستہ تلاش کرو لیکن اب اس چیز کو بھی لوگ کھیل اور تماشے کا ذریعہ بنا رہے ہیں اور آجکل کے نوجوان عجیب مرض میں مبتلاء نظر آتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا عمل کریں جو ان کی زندگی کامیاب بنانے والا اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائے والا ہو یہ رٹ لگائے جاتے ہیں کہ ہمیں کوئی نصیحت کریں۔ چنانچہ جب بھی وہ کسی لیڈر یا راہ نما سے ملتے ہیں تو جھٹ کاپی آگے کر دیتے ہیں کہ اس پر کوئی نصیحت لکھ دیں غرض لفظ ہدایت، ارشاد اور نصیحت ایک مشغلہ سا بن گیا ہے اور اتنا قیمتی لفظ جس کے لئے بڑے بڑے مفکّر اور مدبر پیدا ہوتے آئے ہیں محض ایک رواج بن گیا ہے۔ پچھلے دنوں کچھ نوجوان میرے پاس بھی آئے اور میرے سامنے کاپیاں پیش کیں کہ کوئی نصیحت لکھ دیں میں نے ہر ایک کی کاپی پر یہ لکھا کہ لغو باتوں سے اسلام روکتا ہے۔ وہ میرے اس فقرہ کو پڑھ کر بہت خوش خوش گئے گویا میں نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا ان کو یہ سمجھ نہ آیا کہ میں نے ان کے فعل پر طنز کی ہے۔ یہ ہمارے ملک کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی نئی بات نکلے فوراً اس کی تقلید کرنا

شروع کر دیتے ہیں۔

مجھ سے خدام الاحمدیہ دہلی کے عہدہ داروں نے یہ خواہش کی ہے کہ میں ان کو کچھ نصیحتیں کروں۔ جہاں تک باتوں کا تعلق ہے وہ بہت ہو چکی ہیں اور باتوں کا زمانہ بہت لمبا ہو گیا ہے۔ باتیں یا سونے کے لئے کی جاتی ہیں یا کام کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔ راتوں کو مائیں بچوں کو سُلانے کے لئے باتیں سناتی ہیں اور دن کو لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ اس طرح ان کو کوئی معقول بات مل جائے جو ان کے کام میں آسانی پیدا کرے۔ ہماری باتیں سونے کے لئے نہیں ہو سکتیں کیونکہ ایسے مصائب اور دُکھوں کے زمانہ میں سونا موت سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتا باقی رہیں دوسری باتیں جو کام میں آسانی پیدا کرتی ہیں وہ بھی کافی ہو چکی ہیں اور مزید باتوں کی کوئی خاص ضرورت نظر نہیں آتی۔ ہمارے سلسلہ کو قائم ہوئے ۵۶ سال ہو گئے ہیں جس نے اس عرصہ میں باتوں سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کی وہ اب آئندہ کی باتوں سے کیا فائدہ اُٹھائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں نشانات دکھائے جس شخص نے ان نشانات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کی آئندہ ظاہر ہونے والے نشانات اسے کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ [1] کیا مؤمنوں کیلئے وقت نہیں آیا کہ خدا تعالیٰ کے ذکر اور خدا تعالیٰ کی خشیت سے ان کے دل ڈر جائیں؟ میں بھی یہی نوجوانوں کو کہتا ہوں کہ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ کیا ابھی باتوں کا وقت ختم نہیں ہوا؟ اور کیا اب تک کام کا وقت نہیں آیا، کیا اب تک کافی نصیحتیں نہیں ہو چکیں جن کے بعد طریق عمل اور ہدایت کا رستہ واضح ہو جاتا ہے؟ اگر تمہارا طریق عمل یقینی طور پر واضح ہے تو زمانہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تم اپنی زندگی کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرو اگر تمہاری آنکھیں کھلی ہیں۔ اگر تم اپنے اندر فکر کا مادہ رکھتے ہو تو تمہیں سوچنا چاہئے کہ مسلمان کیا تھے اور کیا بن گئے اور مسلمان کہاں تھے اور کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

مسلمان نوجوان جغرافیہ پڑھتے ہیں، نقشہ دیکھتے ہیں مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ ان کے دل کیوں بیٹھ نہیں جاتے، کیوں ان کے دلوں میں درد اور اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ ایک دن وہ تھا کہ

سارا نقشہ اسلامی حکومتوں کے رنگ سے رنگیں تھا یا آج یہ حالت ہے کہ یورپین حکومتیں دنیا پر چھائی ہوئی ہیں اور مسلمان ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ایک زمانہ وہ تھا اسلامی رنگ نقشہ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھرا ہوا تھا۔ چین میں سینکڑوں سال تک مسلمانوں نے حکومت کی ہے یہاں تک کہ آج بھی جاپانی مائیں اپنے بچوں کو یہ کہہ کر ڈراتی ہیں کہ چپ کر چپ کر ''جوگو'' یعنی مسلمان آ گیا۔ امریکہ میں بھی بعض مسجدیں پائی گئیں ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ وہاں تک مسلمان پھیلے ہوئے تھے اور فلپائن وغیرہ میں بھی مسلمان موجود تھے غرض کوئی گوشہ دنیا کا ایسا نہ تھا جہاں اسلامی حکومت قائم نہ تھی۔ وہ حکومتیں ملکی حکومتیں تھیں امپیریلازم نہ تھا **اِلَّامَاشَاءَ اللّٰہُ**۔ اگر کسی زمانہ کے مسلمانوں نے کوئی غلطی کی ہو تو وہ اپنی غلطی کے آپ ذمہ دار تھے اسلام ذمہ دار نہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ ان باتوں کو معلوم کر کے بھی مسلمانوں کے دلوں میں معمولی سی گدگدی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ جب کسی زمیندار کے بیٹے سے پوچھا جائے کہ آپ کس خاندان سے ہیں۔ تو وہ گننا شروع کر دیتا ہے کہ میں فلاں چوہدری کا بیٹا ہوں، فلاں چوہدری کا پوتا ہوں لیکن مسلمانوں کے دل اس بات کو نہیں سوچتے کہ ہم کن لوگوں کی اولادیں ہیں اور ہمارے آباء واجداد کس شان کے لوگ تھے۔

ساتویں صدی میں جبکہ مسلمان بہت کچھ گر چکے تھے اس گرے ہوئے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے لئے غیرت موجود تھی اُس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ خلافتِ بغداد بالکل تباہ ہو کر ریاستوں کی شکل اختیار کر چکی تھی لیکن نام باقی تھا، کہتے ہیں کہ ہاتھی مرا ہوا بھی بھاری ہوتا ہے، خلافت تو تھی گو چند گاؤں بھی ان کے قبضہ میں نہ رہے تھے صرف بغداد میں ہی ان کی حکومت محدود تھی باقی سب جگہ دوسری بادشاہتیں قائم ہو گئی تھیں۔ وہ بادشاہ مطلق العنان ہونے کے باوجود خلافت کا احترام کرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ہم تو نائب بادشاہ ہیں اصل بادشاہ خلیفہ ہے یوں وہ اپنا قانون چلاتے تھے، اپنی فوجیں رکھتے تھے، خود ہی لڑائیاں لڑتے تھے، خود ہی فیصلے کرتے تھے، خود ہی معاملات طے کرتے تھے اور خلیفہ کو پوچھتے تک بھی نہ تھے مگر اس نام کی بھی برکت تھی۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے ایک علاقہ میں سے جبکہ مسلمان کمزور ہو چکے تھے یورپین فوجیں گزریں اور انہوں نے کسی مسلمان

عورت کو چھیڑا (اس بے چاری کو کچھ پتہ نہ تھا کہ خلافت ٹوٹ چکی ہے اور تقسیم ہو کر مختلف حصوں میں بٹ چکی ہے وہ یہی سنتی آ رہی تھی کہ ابھی تک یہاں خلیفہ کی حکومت ہے) اس نے اس خیال کے ماتحت خلیفہ کو پکار کر بلند آواز سے یَـالَـلْـخَلِیْفَة کہا یعنی اے خلیفہ! میں مدد کے لئے تمہیں آواز دیتی ہوں۔ اُس وقت وہاں سے ایک قافلہ گزر رہا تھا اس نے یہ باتیں سنیں وہ قافلہ بغداد کی طرف جا رہا تھا۔ پُرانے زمانے میں رواج تھا کہ جب قافلہ شہر میں آتا تو قافلہ کی آمد کی خبر سن کر لوگ شہر کے باہر قافلہ کے استقبال کے لئے جاتے اور تاجر لوگ بھی اُس وقت وہاں پہنچ جاتے اور آج کل کی بلیک مارکیٹ کی طرح وہیں مال خریدنے کی کوشش کرتے کیونکہ جو مال باہر سے آتا تھا وہ سفر کی مشکلات کی وجہ سے بہت کم آتا تھا اس لئے ہر ایک تاجر یہی کوشش کرتا تھا کہ وہیں جا کر سودا کرے اور اسے دوسروں سے پہلے حاصل کر لے۔ جب وہ قافلہ آیا اور شہری اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر گئے اور اسے ملے تو اہلِ شہر نے ان سے سفر کے حالات پوچھنے شروع کئے اور کہا کہ کوئی نئی بات سناؤ۔ انہوں نے کہا سفر ہر طرح آرام سے گزرا مگر ہم نے راستہ میں ایک عجیب تمسخر سنا۔ ایک عورت خلیفہ کو آوازیں دے رہی تھی اور مدد کے لئے بُلا رہی تھی۔ اُس بے چاری کو کیا پتہ کہ اس جگہ اب اس کی حکومت ہی نہیں اور اب وہ وظیفہ خوار بادشاہ ہے۔ یہ باتیں سننے والوں میں سے ایک درباری بھی تھا وہ دربار میں آیا اور بادشاہ سے اِس بات کا ذکر کیا۔ اُس نے کہا آج ایک عجیب بات سُنی ہے ایک قافلہ فلاں جگہ سے آیا اور اُس نے سنایا کہ ایک عورت خلیفہ کو مدد کے لئے پکارتی تھی۔ اگرچہ خلافت اُس وقت مٹ چکی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اسلامی ایمان کی کوئی چنگاری باقی تھی، خلیفہ میں کوئی طاقت نہ تھی وہ جانتا تھا کہ میں اکیلا ہوں لیکن جب اُس نے یہ بات سُنی تو تخت سے اُتر آیا اور ننگے پاؤں چل پڑا اور کہا کہ گو اب خلیفہ کا وہ اقتدار نہیں رہا مگر بہرحال اس عورت نے خلافت کو آواز دی ہے، اب میرا فرض ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اُس کی مدد کروں۔ یہ بات ایسی ہے کہ آج یہاں بیٹھے ہوئے ہمارا خون کھولنے لگتا ہے اُس زمانہ میں کیوں نہ کھولا ہوگا جونہی یہ بات دوسرے بادشاہوں نے سُنی انہوں نے خلیفہ کو یہ اطلاع بھیجی کہ ہم ہر طرح آپ کی مدد کریں گے آپ اُس عورت کو آزاد کرائیں اور اُن سے اِس کا بدلہ لیں۔ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے

اس عورت کو آزاد کرایا اور عیسائیوں سے اس کا بدلہ لیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں حمیت اور غیرت موجود تھی اور ایمان کی روشنی ان کے دلوں میں موجود تھی۔ مگر اب کیا مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے لئے عارضی جوش بھی پیدا ہوتا ہے؟ اور کیا ان کو اسلام کے لئے قربانیاں کرنے کا شوق ہے، کیا ان کے دماغ کبھی غور و فکر نہیں کرتے کہ کیا تھے اور کیا بن گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ مصائب اور آفات اس لئے آرہی ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو سرانجام دینے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر وہ اپنے حالات کا بغور مطالعہ کریں اور ان مصائب کو دُور کرنے کا پورا تہیا کرلیں اور اس کے ساتھ کوشش بھی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان حالات سے نجات نہ پاسکیں۔ جب اسلام کی حالت ایسی کمزور ہے اور تم اپنی آنکھوں سے یہ چیز دیکھ رہے ہو تو کونسا سبق باقی ہے جو تم سیکھنا چاہتے ہو۔ کیا زمین نے تمہیں سبق نہیں سکھایا؟ کیا آسمان نے تمہیں سبق نہیں سکھایا؟ کیا اردگرد کے ہمسایوں نے تمہیں سبق نہیں سکھایا؟ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ چاروں طرف ہمارے نشان ظاہر ہو رہے ہیں مگر لوگ اندھے ہو کر چلتے ہیں۔ تم ہی بتاؤ کہ کونسی سیکھنے والی بات باقی رہ گئی ہے اور کیوں تمہارا قدم عمل کی طرف نہیں اُٹھتا، کس دن کا تمہیں انتظار ہے۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ اپنے وقتوں اور جائدادوں کی قربانیاں نہیں کرسکتے وہ اپنے نفوس کی قربانیاں کس طرح پیش کردیں گے۔

یہ بات یاد رکھو کہ قومی عزت بغیر قربانیوں کے قائم نہیں ہوسکتی وہ لوگ جنہیں اپنی قومی عزت کا خیال نہیں اور وہ لوگ جن میں قومی غیرت موجود نہیں وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔ وہ دنیا میں ایسے ہی پھرتے ہیں جیسے گائیں اور بھیڑیں پھرتی ہیں وہ لوگ اپنی قوم کے لئے کسی فائدے کا موجب نہیں۔ ابتدائی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھا کہ ایک لمبی نالی ہے جو کہ کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اس پر ہزارہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے وہ بھیڑیں اس طرح لٹائی گئی ہیں کہ ان کا سر نالی کے کنارہ پر ہے کہ ذبح کرتے وقت ان کا خون نالی میں پڑے باقی حصہ ان کے وجود کا نالی سے باہر ہے اور ان تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو کہ ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے گویا خدا تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں وہ لوگ جو دراصل

فرشتے ہیں بھیڑوں کے ذبح کرنے کے لئے مستعد بیٹھے ہیں محض آسمانی اجازت کی انتظار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تب مَیں ان کے نزدیک گیا اور مَیں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لَا دُعَاؤُ كُمْ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے اگر تم اُس کی پرستش نہ کرو اور اُس کے حکموں کو نہ سنو۔ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت دی گئی ہے گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریاں پھیر دیں اور چھریوں کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا۔ تب ان فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو[2] اس رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے دنیا دار اور دنیا پرست لوگوں کی تشبیہہ گوہ کھانے والی بھیڑوں سے دی ہے کہ ایسے لوگوں کی خدا تعالیٰ کو پرواہ ہی کیا ہے جس طرح بھیڑیں بغیر کسی درد کے ذبح کی جاتی ہیں اسی طرح ایسے لوگ ذبح کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہیں کھائے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی انہی لوگوں کی پرواہ کرتا ہے جو اس کی پرواہ کرتے ہیں۔
آخر رسول کریم ﷺ بھی آدمی ہی تھے کہ تمام دنیا کی مخالفت ان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکی۔ بلحاظ بشریت کے دوسرے انسانوں کی طرح آپ بھی ایک بشر تھے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک انسان کے خلاف ایک گاؤں کے لوگ ہی ہو جائیں تو اس کا جینا دشوار ہو جاتا ہے لیکن تمام دنیا ایک طرف تھی اور آپ ایک طرف تھے اِس کے باوجود دنیا آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکی۔ ان لاکھوں لاکھ انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت نہ بھڑکی لیکن اس ایک انسان کیلئے خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔ **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ**[3]
گویا یہ تمام دنیا کو ایک چیلنج تھا کہ تم ہمارے اس بندے کو چھیڑ کر تو دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہوتا ہے مَیں اللہ جو تمام کائناتِ عالَم کا مالک ہوں مَیں اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔ بعض دفعہ دشمن آپ تک پہنچ بھی گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزانہ طور پر آپ کو بچایا کہ آج تک دنیا ان واقعات کو پڑھ کر حیران رہ جاتی ہے۔
ایک جنگ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ رہے تھے تو ساتھ ساتھ ایک دشمن

بھی چل پڑا۔ صحابہؓ نے خیال کیا کوئی اجنبی آدمی ہے اور اپنا سفر طے کر رہا ہے اس لئے کسی نے اس سے مزاحمت نہ کی۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر جب صحابہؓ کو اطمینان ہو گیا کہ اب ہم خطرہ والے علاقے سے نکل کر اپنے علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے عرض کیا آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ دوپہر کا وقت تھا صحابہؓ مختلف درختوں کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک علیحدہ درخت کے نیچے جا کر لیٹ گئے اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی آپ کی آنکھ لگ گئی۔ وہ شخص جو لشکر میں آپ کا پیچھا کرتا آ رہا تھا اُس نے آپ کی تلوار لی اور تلوار ننگی کر کے آپ کو جگایا اور آپ کو کہا کہ مَیں کافی فاصلہ سے آپ کا پیچھا کر رہا تھا مگر مجھے موقع نہیں ملتا تھا اب مجھے موقع ملا ہے اور مَیں آپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اب آپ بتائیں کہ آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بغیر کسی گھبراہٹ کے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ بچا سکتا ہے؟ ہزاروں لاکھوں لوگ منہ سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے لیکن جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اس یقین اور اعتماد کا ثبوت نہیں دیتے بلکہ دُنیوی اسباب کی طرف اپنی نگاہ دوڑاتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ سے یہ فقرہ ایسے یقین اور رُعب کے ساتھ نکلا کہ اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُٹھ کر وہ تلوار پکڑ لی اور تلوار کھینچ کر اس سے پوچھا اب بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اُس شخص نے نہایت خوف و ہراس کی حالت میں کہا آپ ہی رحم کریں اور میری جان بخشی کریں۔[۴] آپ نے اسے فرمایا بیوقوف تم نے مجھ سے سن کر بھی سبق نہ سیکھا تمہیں کہنا چاہئے تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ بچا سکتا ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی نہیں ہوئی کہ اس نے میری تعریف کی ہے بلکہ آپ کو تکلیف ہوئی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام کیوں چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ کیوں تھا اور اس وقت وہ مسلمانوں کو کافروں پر کیوں غلبہ عطا کرتا تھا اور آج کیوں ان کی اولادوں کو چھوڑ بیٹھا ہے؟ کیا اس وقت **نَعُوْذُ بِاللّٰہ** خدا بوڑھا ہو گیا ہے یا اب خدا مر گیا ہے یا اس پر تعطّل کی حالت طاری ہے یا اسلام کے لئے اس کے دل میں غیرت نہیں رہی یا اسے اسلام سے نفرت ہو گئی ہے؟ نہیں! اللہ تعالیٰ کی

ذات میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ ایسی تبدیلیوں سے پاک ہے اور وہ اَلآنَ کَمَا کَانَ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اندر تبدیلی کر لی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قطع کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے کی بجائے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی ان سے منہ پھیر لیا کہ جاؤ دُنیوی سامانوں پر بھروسہ کر کے دیکھ لو ورنہ اللہ تعالیٰ آج بھی اُسی طرح اپنے بندوں کی پکار کو سنتا ہے جس طرح وہ پہلے سنتا تھا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے عمل سے اُسی محبت کا ثبوت دیں جس کا ثبوت ان کے آباء واجداد نے دیا اور اُسی طریقہ کار کو لازم پکڑیں جس پر چل کر ان کے آباء واجداد نے کامیابی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ وفادار ہے جو شخص اس سے وفاداری کرتا ہے اللہ تعالیٰ کبھی اس سے بے وفائی نہیں کرتا۔

پس اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مورد بننا چاہتے ہو تو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ تم لوگ ایک ہاتھ پر جمع ہوئے ہو اس لئے نہیں کہ مل کر دعوتیں اُڑاؤ اور عیش وعشرت کے دن بسر کرو بلکہ تم لوگ اس لئے آگے آئے ہو کہ ہم اسلام کے لئے قربانیاں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا مقصد قرار دیں گے، تم اس سلسلہ میں اس لئے نہیں داخل ہوئے کہ مائدے پر بیٹھ کر لقمے اُڑاؤ بلکہ تم اس لئے اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو کہ ہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قربانیں کریں گے اور اسلام کی حکومت کو دنیا بھر میں ازسرِ نو قائم کریں گے۔ پس اپنے اس عہد کو ہمیشہ مدنظر رکھو اگر تم اپنے عہد کو پورا کرتے جاؤ تو دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی تمہارے رستے میں روک نہیں بن سکتیں کیونکہ جب تم اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ گے تو پھر اللہ تعالیٰ خود تمہارے لئے کامیابی کے سامان پیدا کرے گا اور تمہارے لئے کامیابی کے رستے کھول دے گا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تمہاری باتوں میں اثر نہیں۔ ایسی چمڑے کی زبان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تھی اور ویسی چمڑے کی زبانیں دوسرے لوگوں کی تھیں لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان بولتی تھی تو وہ گوشت اور چمڑے کی زبان نہ ہوتی تھی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی زبان ہوتی تھی اس لئے اس زبان کی باتیں پوری ہو کر رہتی تھیں اور دنیا کی طاقتیں ان کو پورا ہونے سے روک نہ سکیں۔ وہی طاقت اور قوت رکھنے والا خدا آج موجود ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے اندر اخلاص اور تقویٰ پیدا کرو اور نیک نیتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کے احکام پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ باتوں کا زمانہ گزر گیا اور اب باتوں کا زمانہ نہیں بلکہ عمل کرنے کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ اب دیکھنا چاہتا ہے کہ ان بڑے بڑے دعووں کے بعد تم کتنے قطرے خونِ دل کے اُس کے حضور پیش کرتے ہو۔ دنیا کے بادشاہ موتیوں اور ہیروں کی نذریں قبول کرتے ہیں مگر زمین و آسمان کا مالک اور سب بادشاہوں کا بادشاہ یہ دیکھتا ہے کہ کتنے قطرے خونِ دل کے کوئی شخص ہمارے حضور پیش کرتا ہے۔ ہمارے خدا کے دربار میں ہیروں اور موتیوں کی بجائے خونِ دل کے قطرے قبول کئے جاتے ہیں۔ دنیا کی قومیں تو اسی زندگی کو ہی اپنا مقصود قرار دیتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ ان کی حقیقی اور نہ مٹنے والی زندگی اگلے جہان سے شروع ہوگی اس لئے وہ موت سے نہیں ڈرتے دنیا کے لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی ختم ہوئی تو ہم ختم ہوئے لیکن مؤمنوں کی مثال روایتی دیو کی طرح ہوتی ہے کہ اس کے خون کے جتنے قطرے گرتے ہیں ان سے اتنے ہی آدمی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہی حال خدائی جماعتوں کا ہوتا ہے وہ جتنی جتنی جانی قربانیاں دیتی ہیں اُتنی ہی وہ ترقی کرتی ہیں۔ جس طرح سُوکھی شاخیں اور سُوکھے پتے تنور میں جھونکنے سے آگ تیز ہوتی ہے اسی طرح جوں جوں مرنیوالے مرتے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو اور زیادہ ترقی دیتا ہے اور مرنے والوں کے ناموں کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیتا ہے۔ جب مرنا ہر ایک نے ہے اور کوئی شخص موت سے بچ نہیں سکتا تو پھر انسان کیوں نہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہی مرے۔

فرض کرو ایک شخص نے بیس سال کی عمر میں ملازمت شروع کی اور ساٹھ سال کی عمر تک وہ ملازمت کرتا رہا اور ہر ماہ اسے پانچ سَو روپیہ تنخواہ ملتی تھی تو کیا اس شخص کی چالیس سال کی ملازمت ایسے شخص کے ایک دن سے بھی کوئی نسبت رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا گیا۔ مرنا تو ہر ایک نے ہے، چھوٹے، بڑے، نوجوان اور بوڑھے سب اجل کا پیالہ پینے والے ہیں۔ کوئی بچپن میں ہی مر جاتا ہے، کوئی جوانی میں مر جاتا ہے، کوئی بڑھاپے میں مر جاتا ہے، کون زندگی کی گارنٹی دے سکتا ہے؟ پھر ایسی زندگی کو سنبھال کر کرنا ہی کیا ہے کس دن کے لئے یہ زندگی بچانے کی کوشش کریں اور ایسی زندگی کا کیا فائدہ جبکہ اسلام اور مسلمان ذلّت اور

رُسوائی کی حالت میں ہوں۔ عقل مندوں کے نزدیک پاخانے میں سَو سال کی زندگی گزارنے سے چھ ماہ کی آزاد زندگی زیادہ بہتر ہے اور پاخانہ میں زندگی بسر کرنے کی بجائے وہ موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو شخص ہر وقت گندگی میں رہے گا اُس کا دماغ بدبو کی وجہ سے سخت پریشان رہے گا اور اس زندگی کا مزا کیا آئے گا۔ پس ہماری خوشی اور راحت اِسی بات میں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہو جائیں اور اسی کے لئے زندگی بسر کریں بیشک تمہارا یہ کام بھی ہے کہ تم گلیوں اور شہروں کو صاف کرو، لوگوں کے آرام کا باعث بنو لیکن اس ظاہری گند سے روحانی گند زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اہلِ مغرب نے ظاہری صفائی پر بہت زور دیا اور جسمانی صفائی کے بہت سے انتظام کئے ہیں لیکن روحانی صفائی کا علاج ان کے پاس نہیں، جسمانی گند سے جسم مرتا ہے لیکن روحانی گند سے روح مر جاتی ہے اور یہ چیز قابلِ برداشت نہیں کیونکہ روح کے مرنے سے انسان دائمی طور پر جہنمی بن جاتا ہے۔ جسمانی گند کا اثر روحانی گند کے اثر کے مقابل میں بہت محدود ہوتا ہے پس تم بے شک ظاہری صفائی کا بھی خیال رکھو لیکن اس سے زیادہ فکر تمہیں روحانی گند کو دور کرنے کے لئے ہونی چاہئے۔ اس روحانی گند کو دور کرنے کی کوشش کرو اور قربانی کے معیار کو بلند کرو۔

تم غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت تمام دنیا میں قائم کرنے کے لئے تمہیں کس قدر قربانیاں کرنی چاہئیں۔ جب دنیا کے لوگ اور دنیا کے سپاہی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے بڑی بڑی قربانیاں پیش کر دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ کا روحانی سپاہی تو ان سب سے بڑھ کر ہونا چاہئے اور اس کی قربانی دنیاداروں کی قربانیوں سے بہت بڑھ کر ہونی چاہئے اس لئے وہ لوگ جو تھوڑی سی قربانی کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ دے دیا اور وہ اپنے آپ کو تھکا ہوا پاتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بہادر سپاہی کس طرح کہلا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا بہادر سپاہی وہ ہے جو اپنی ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آواز پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو اور ہر وقت پابہ رکاب رہتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے مؤمن کی مثال سچے دوست سے دیتے تھے آپ سنایا کرتے تھے کہ کوئی امیر آدمی تھا اس کے لڑکے کے کچھ اوباش لڑکے دوست تھے باپ نے اُسے سمجھایا کہ یہ لوگ تیرے سچے دوست نہیں ہیں محض لالچ وغیرہ کی خاطر تمہارے پاس

آتے ہیں ورنہ ان میں سے کوئی بھی تمہارا وفادار نہیں مگر لڑکے نے اپنے باپ کو جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی سچا دوست شاید میسر نہیں آیا اس لئے آپ سب لوگوں کے متعلق یہی خیال رکھتے ہیں مگر میرے دوست ایسے نہیں وہ بہت وفادار ہیں اور میرے لئے جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں۔ باپ نے پھر سمجھایا کہ سچے دوست کا ملنا بہت مشکل ہے ساری عمر میں مجھے ایک ہی سچا دوست ملا ہے لیکن وہ لڑکا اپنی ضد پر قائم رہا کچھ عرصے کے بعد اس نے گھر سے خرچ کے لئے کچھ رقم مانگی تو باپ نے جواب دیا کہ میں تمہارا خرچ برداشت نہیں کرسکتا تم اپنے دوستوں سے مانگو میرے پاس اِس وقت کچھ نہیں۔ دراصل اُس کا باپ اس کے لئے موقع پیدا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کا امتحان لے جب باپ نے گھر سے جواب دے دیا اور تمام دوستوں کو معلوم ہوگیا کہ اسے گھر سے جواب مل گیا ہے تو انہوں نے آنا جانا بند کر دیا اور میل ملاقات بھی چھوڑ دی آخر تنگ آ کر خود ہی ان کو ملنے کے لئے ان کے گھروں پر گیا۔ جس دوست کے دروازہ پر دستک دیتا وہ اندر سے ہی کہلا بھیجتا کہ وہ گھر میں نہیں ہے کہیں باہر گئے ہوئے ہیں یا وہ بیمار ہیں اس وقت مل نہیں سکتے۔ سارا دن اُس نے چکر لگایا مگر کوئی دوست ملنے کے لئے باہر نہ نکلا آخر شام کو گھر واپس لوٹ آیا۔ باپ نے پوچھا بتاؤ دوستوں نے کوئی مدد کی وہ کہنے لگا سارے ہی حرام خور ہیں کسی نے کوئی بہانہ بنالیا ہے اور کسی نے کوئی۔ باپ نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ وفادار نہیں ہیں اچھا ہوا تمہیں بھی تجربہ ہوگیا ہے۔ اب آؤ میں تمہیں اپنے دوست سے ملاؤں وہ پاس ہی کسی چوکی میں سپاہی کے طور پر ملازم تھا یہ باپ بیٹا اُس کے مکان پر پہنچے اور دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کہ میں آتا ہوں لیکن کافی دیر ہوگئی اور وہ دروازہ کھولنے کے لئے نہ آیا۔ لڑکے کے دل میں مختلف خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے اُس نے باپ سے کہا ابا جی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست بھی میرے دوستوں جیسا ہی ہے۔ باپ نے کہا کچھ دیر انتظار کرو آدھا گھنٹہ گزر چکنے کے بعد اُس نے دروازہ کھولا گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی، ایک ہاتھ میں ایک تھیلی اُٹھائی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ سے بیوی کا بازو پکڑے ہوئے تھا، دروازہ کھولتے ہی اُس نے کہا معاف فرمایئے آپ کو بہت تکلیف ہوئی میں جلدی نہ آسکا۔ میرے جلدی نہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے جب دروازہ پر دستک دی تو میں سمجھ گیا

کہ آج کوئی خاص بات ہے کہ آپ خود آئے ہیں ورنہ آپ کسی نوکر کو بھی بھجوا سکتے تھے، میں نے دروازہ کھولنا چاہا تو مجھے یکدم خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی مصیبت آئی ہو یہ تین چیزیں میرے پاس تھیں ایک تلوار اور ایک تھیلی جس میں میرا ایک سال کا اندوختہ جو کہ پانچ سَو روپے کے قریب ہے اور میری بیوی خدمت کے لئے آئی ہے کہ شاید آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہوا اور یہ دیر جو ہوئی ہے وہ اس تھیلی کے کھودنے میں ہوئی ہے۔ میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کوئی ایسی مصیبت ہو جس میں کوئی جانباز کام آ سکتا ہو اس لئے میں نے تلوار ساتھ لے لی ہے کہ اگر جان کی ضرورت ہو تو میں جان پیش کر سکوں، پھر میں نے خیال کیا کہ گو آپ امیر آدمی ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ کوئی مصیبت ایسی ہو جس سے آپ کا مال ضائع ہو گیا ہو اور میں روپیہ سے آپ کی مدد کر سکوں تو میں نے یہ تھیلی ساتھ لے لی ہے اور پھر میں نے خیال کیا کہ بیماری وغیرہ انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو تو مَیں نے بیوی کو بھی ساتھ لے لیا ہے تا کہ وہ خدمت کر سکے۔ اس امیر آدمی نے کہا میرے دوست! مجھے اِس وقت کسی مدد کی ضرورت نہیں اور کوئی مصیبت اِس وقت مجھ پر نہیں آئی بلکہ میں صرف اپنے بیٹے کو سبق سکھانے کے لئے اِس وقت آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ یہ سچی دوستی ہے اور اس سے بڑھ کر سچی دوستی انسان کو اللہ تعالیٰ سے قائم کرنی چاہئے کہ وہ اپنی جان اور مال اور اپنی ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہے جس طرح دوست کبھی مانتے ہیں اور کبھی منواتے ہیں اسی طرح انسان کا فرض ہے کہ وہ صدقِ دل کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کتنی باتیں مانتا ہے رات دن ہم اس کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اُس نے جو چیزیں ہماری راحت اور آرام کے لئے بنائی ہیں ہم ان کو استعمال کرتے ہیں، آخر کس حق کے ماتحت ہم ان چیزوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری کتنی خواہشوں کو پورا کرتا ہے اور اگر کوئی ایک آدھ دفعہ اپنی خواہش کے خلاف ہو جائے تو کس طرح لوگ اللہ تعالیٰ سے بدظن ہو جاتے ہیں اصل تعلق یہ ہے جو عُسر اور یُسر دونوں حالتوں میں استوار رہے اور اس میں کوئی فرق نہ آئے۔

پس تم ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حقیر سمجھو کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے کاموں اور

تمہارے اوقات میں کتنا حصہ خدا تعالیٰ کیلئے ہے۔ تم صبح اُٹھ کر اپنے گھروں کے لئے سَودا سلف خریدنے جاتے ہو، پھر اس کے بعد تم اپنے دفتروں میں کام کرنے چلے جاتے ہو، شام کو آکر آرام سے سو جاتے ہو، اس میں ایک دو گھنٹہ نمازوں کا وقت سمجھا جا سکتا ہے گویا تم بائیس یا تیئیس گھنٹے اپنا کام کرتے ہو اور ایک دو گھنٹے دین کے کاموں اور عبادتوں کیلئے صرف کرتے ہو اب تم خود ہی سوچ لو کہ کتنا حصہ تمہارے اوقات کا اللہ تعالیٰ کے کاموں کے لئے خرچ ہوتا ہے اور کتنا اپنے کاموں میں۔ پھر تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ ہم نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اسے پورا کر رہے ہیں یہ کتنے افسوس کی بات ہے دوسری مسلمان دنیا اگر اسلام کے پھیلانے میں کوتاہی سے کام لیتی ہے تو وہ اتنی مجرم نہیں جتنے تم مجرم ہو کیونکہ تم ہی دعویٰ کرتے ہو کہ ہم خدامِ احمدیت ہیں اور ہمارے ذریعہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔ خدا تعالیٰ کے کام تو ہو کر رہیں گے لیکن اگر تم نے اپنے فرائض کو سرانجام نہ دیا تو پھر تم خدا تعالیٰ کے سامنے سچے خادموں کی حیثیت میں پیش نہیں ہو سکتے کیونکہ تمہارے عمل تمہارے دعووں کو جھوٹا کر کے دکھا رہے ہوں گے۔ پس اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرو اور وہ تبدیلی ایسی ہو کہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اب کوئی نئی چیز بن گئے ہیں۔ اب باتیں کرنے اور سننے کا وقت ختم ہو گیا ہے اب اس بات کی ضرورت ہے کہ باتیں کم کی جائیں اور اپنی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کیا جائے۔

میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کی ترقیات کے ساتھ ساتھ مشکلات میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور ہم جتنے بڑھیں گے اتنا ہی ہمیں زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہو گی۔ ہماری جماعت کے لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہمیں تکلیفیں دی جاتی ہیں مگر مجھے یہ شکوہ نہیں کہ لوگ اِن کو دُکھ کیوں دیتے ہیں بلکہ مجھے یہ شکوہ ہے کہ لوگ ان کو تھوڑی تکلیفیں کیوں دیتے ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ دکھ اور تکلیف سے زیادہ سچا اُستاد اور کوئی نہیں۔ مجھے یہ یقین ہے کہ ہم مصائب کی وجہ سے کم نہیں ہونگے بلکہ اور زیادہ بڑھیں گے کیونکہ جب تکلیف قابلِ برداشت ہو تو انسان سمجھتا ہے کہ میرے اندر طاقت ہے میں اس کا مقابلہ کر لوں گا اس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف زیادہ نہیں جھکتا لیکن جب چاروں طرف سے ناطقہ بند ہو جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے اور سوائے خدا تعالیٰ

کے اس کے لئے کوئی مددگار باقی نہیں رہتا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پورے طور پر جھک جاتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے تو اس کا یقین اور ایمان ترقی کرتا ہے۔ بے شک کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دنیا دھکے دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کی مخالفتیں ہوتی ہیں اور ان کو سخت سے سخت مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہی سنت ہمارے لئے جاری ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جو سلوک باقی انبیاء کی جماعتوں سے ہوا وہی ہم سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کا دشمن نہ تھا، اللہ تعالیٰ نوحؑ کا دشمن نہ تھا، اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا دشمن نہ تھا، اللہ تعالیٰ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا دشمن نہ تھا، اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن نہ تھا، ہمارا رشتہ دار نہیں کہ ہم ان تکلیفوں سے بچ جائیں، جب تک تم آگ کی بھٹی میں ڈالے نہیں جاتے اور آروں سے چیرے نہیں جاتے اُس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس تیاری کرو تا آنے والے امتحان میں فیل نہ ہو جاؤ بغیر تیاری کے تم ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر تم دین کے لئے قربانیاں کرنے سے گھبراتے ہو تو تم ایسی چیز نہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حفاظت کی ضرورت ہو تم اپنے لئے موت اور صرف موت میں ہی زندگی تلاش کرو، جب موت تمہاری نظروں میں معمولی اور حقیر چیز بن جائے گی تو تم تمام دنیا پر بھاری ہو جاؤ گے اور دنیا تمہارے مقابلہ سے عاجز آ جائے گی۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور انہیں ہمت کے ساتھ ادا کرتے جاؤ اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ جب تک صحیح طور پر کوشش نہیں کی جائے گی اُس وقت تک صحیح نتائج نہیں نکلیں گے۔

(الفضل ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

۱؎ الحدید: ۷

۲؎ تذکرہ صفحہ ۱۸۔ ایڈیشن چہارم

۳؎ تذکرہ صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰ ایڈیشن چہارم

۴؎ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع، شرح مواہب اللّدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۳۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۶ء